زندہ باد انقلاب انقلاب!! انقلاب!!!

خطبہ

صدر مجلس استقبالیہ

پہلی آل انڈیا نوجوان بھارت سبھا کانفرنس

منعقدہ

۲۶ و ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء

کانگرس پنڈال لاجپت رائے نگر

رام کرشن۔ بی۔ اے نیشنل۔ صدر مجلس استقبالیہ

نوجوان رفیقو

اس وقت جبکہ ہماری قومی تحریک نازک مرحلوں سے گذر رہی ہے آپ کی اس شہر میں ملک کے دور دراز مقامات سے تشریف آوری پر خوش آمدید کہتے ہوئے میں انتہائی خوشی محسوس کرتا ہوں۔ آپ کی رگوں میں وہ تازہ خون حرکت کرتا ہے۔ جس سے ملک کی تمام امیدیں وابستہ ہیں۔ میں نوجوانان پنجاب کی طرف سے اس تکلیف کے لئے جو آپ نے سخت سردی میں پنجاب آنے میں گوارا کی ہے۔ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نوجوانوں کے متفقہ کام کی ضرورت اتنی کبھی محسوس نہ ہوئی تھی۔ جتنی کہ اس نازک موقع پر ہو رہی ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ ہم نوجوان بھارت سبھا کا ایک آل انڈیا اجلاس مدعو کرنے میں حق بجانب تھے۔ تاکہ کم و بیش ہماری سبھا کے اصولوں کے مطابق۔ ہندوستان بھر کے نوجوانوں کی قومی سرگرمیوں کو ایک مرکز پر لایا جا سکے۔ نوجوان بھارت سبھا بذات خود ایک علیحدہ تحریک بن چکی ہے۔ جو کہ خاص اصولوں پر کاربند ہے۔ البتہ مجھے اس امر کے متعلق یقین نہیں ہے۔ کہ آیا ہم نے جو اس تحریک کے بانی تھے۔ صوبہ پنجاب میں اتنا کام کر لیا ہے۔ کہ جس کی بنا پر ہم دوسرے نوجوانوں کو کم و بیش انہی اصولوں پر کام کرنے کے لئے دعوت عمل دے سکیں تاہم یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سبھا کی مختلف سرگرمیوں کے متعلق تھوڑا سا بیان کیا جاوے۔

آج سے تقریباً تین سال پہلے جبکہ فرقہ وارانہ لڑائی جھگڑوں کی سپھر اپر زوروں پر تھی ۔ اور خاص کر پنجاب ہماری ملکی ترقی کے راستہ میں سد راہ ہو رہا تھا ۔ چند ایک نوجوانوں نے اکٹھے ہو کر ہماری قومی صفوں میں انتشار پیدا کرنے والی فرقہ پرستی کے خلاف جدوجہد شروع کی ۔ یہ کہنا غیر موزوں نہ ہوگا کہ رفیق بھگت سنگھ ان نوجوانان وطن میں سے ایک تھے ۔ ان باہمت نوجوانوں نے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کی تجاویز پر کم و بیش کامیابی کے ساتھ عمل کرنا شروع کیا ۔ اگرچہ سبھا کی سرگرمیاں لاہور تک ہی محدود رہیں ۔ جوں جوں کام کا میدان وسیع ہوتا گیا ۔ سبھا کی سرگرمیوں کا پروگرام بھی بڑھتا گیا ۔ کافی غور و خوض و بحث مباحثہ کے بعد سبھا نے مندرجہ ذیل تین قسم کے کاموں کو اپنے پروگرام میں شامل کیا (۱) نوجوانان وطن کو منظم کر کے انہیں سیاسیات کی تعلیم دینا تاکہ وہ قومی خدمت کے لایق ہو سکیں ۔

(۲) فرقہ پرستی کے بھوت کو عوام کے دماغوں سے نکالنا ۔

(۳) مزدوروں اور کسانوں کو جماعتی بنیادوں پر جتھا بند کرنا تاکہ وہ مکمل آزادی کے لئے لڑ سکیں اور آنے والے سوشل نظام میں برتریں جگہ حاصل کر سکیں ۔

اپنے خیال کے مطابق سہ قسمی کام کو سرانجام دینے کے دوران میں ہمیں غیر ملکی دفتری حکومت کے جبر و تشدد کا شکار ہونا پڑا اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس وقت ہمارے چیدہ و بہترین رفیق جیلوں میں سڑ رہے ہیں ۔ لیکن جب کبھی کسی کارکن کو گرفتار کیا گیا ہے ۔ باقی ارکان اسے ناقابل برداشت بے عزتی تصور کرتے ہوئے زیادہ جوش کے ساتھ کام میں لگ گئے ہیں ۔
ہم ہمیشہ بہ بانگ دہل یہ کہتے رہتے ہیں کہ مذہب کا جیسا کہ وہ ہے ۔

ہماری مجلسی زندگی کے ساتھ کسی قسم کا واسطہ نہیں، عالم وجود سے بالا چند اصولوں کا مجموعہ ہونے کی حیثیت سے مذہبی ذاتی اعتقاد تصور کیا جانا چاہئے ۔ جب کبھی اسے ہماری مجلسی اقتصادی وسیاسی زندگی کو ڈھالنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔ تو یہ ذاتی خودغرضی یا سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کے لئے ذریعہ بن جاتا ہے ۔ اور عوام کے دماغوں میں موجودہ جدوجہد کی اصلیت کو پہچاننے کی ناقابلیت پیدا کرتا ہے اس لئے ضرورت ہے ۔ کہ مذہب کو اس کی اپنی اصلی جگہ پر قابو میں رکھا جائے ۔ ہمارے اس اعتقاد سے بعض فتنہ پرداز رجعت پسند لوگوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں منکروں کا گروہ قرار دیا اور اس طرف سے عوام کے دماغوں میں ہمارے خلاف یہ زہر بھر دیا ہے ۔ ان کے لئے اپنے آپ کو ٹھیکیداران مذہب کے بھیس میں ظاہر کرنا آسان ہے ۔ کیونکہ ہندوستانی عوام کی ذہنیت مذہبی واقع ہوئی ہے ۔ لیکن یہ ذہنیت اس وقت نہایت تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے ۔ اور مذہبی امام کے لئے اپنا کام سرانجام دینا مشکل ہوتا جاتا ہے ۔ پبلک اب اس بات سے آگاہ ہوتی جاتی ہے ۔ کہ یہ دانستہ یا نادانستہ طور پر مخصوص مفاد کا ایجنٹ ہے ۔ ہماری تکالیف اور مخالفت کا دوسرا منبع غیر ملکی ملوکیت کے ہندوستانی تنخواہ دار خوشامدی ٹٹو ہیں ۔ اپنے سفید چمڑی والے مالک کو خوش کرنے کے لئے وہ ذلیل سے ذلیل کام کر گذرتے ہیں ۔ وہ برطانوی ملوکیت پسندوں سے زیادہ فرعون مزاج ہیں اور سادہ لوح نوجوانوں کو جال میں پھنسانے کی نت نئی کوششیں کرتے رہتے ہیں ۔ یہی لوگ ملک کے بدترین دشمن اور برطانوی ملوکیت کا سب سے بڑا سہارا ہیں ۔ یہ دو قسم کے لوگ یعنی مذہبی ٹھیکیدار اور

خوشامدی ٹٹو ملکی ترقی کے راستہ میں خطرناک رکاوٹیں ہیں ۔ پہلی قسم دماغ کو پراگندہ کرتی ہے ۔ اور دوسری جسمانی تباہی کا باعث ہوتی ہے ۔ برطانوی ملوکیت کے سب سے بڑے گھاتک اس دونسر والے دیلو کے خلاف زبردست جہاد کی ضرورت ہے ۔ اس کی مدد کے بغیر برطانوی نوکرشاہی ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتی ۔

دوستو: ۔ ہم ایک ایسے وقت میں سے گذر رہے ہیں ۔ جس میں کہ حالات قابل افسوس بھی ہیں اور پر امید بھی مقابتاً آسودہ حال پنجاب کے کسی گاؤں کو اگر آپ دیکھیں ۔ تو آپ کو معلوم ہوگا ۔ کہ لوگوں کے چہرے دھندلے و فکرمند ہیں ۔ نیم فاقہ مستی حالت وخوہم پرستی سے پیدا شدہ خوف و جھجک کی مہران کی پیشانی پر ثبت ہے ۔ کیا آپکو کبھی خیال آیا ہے ۔ کہ ان کے صحت بخش پیشے کے باوجود ان کی یہ درگتی کیوں ہے لیکن اگر وہاں کی اقتصادی حالت کی تھوڑی سی بھی تحقیقات کی جائے ۔ تو معلوم ہوگا ۔ کہ مزارع بچارے کو اس پیداوار کا صرف آٹھواں حصہ ملتا ہے ۔ جسے وہ اپنی محنت سے پیدا کرتا ہے ۔ اور زمین ایک قدرتی عطیہ ہونے کی وجہ سے جس پرکہ اس کو پورا حق ہے باقی سات حصے غیر ملکی لٹیروں مفت خور زمینداروں و ساہوکاروں رشوت خور افسران و ملازمین کی جیبوں میں چلا جاتا ہے ۔ جہاں یہ عیار کسان کی بدولت پلتے ہیں ۔ وہ بچارا بھوکا مرتا ہے ۔ یہی حالت مزدور کی ہے ۔ کیا ہندوستانی کیا برطانوی سرمایہ دار ہر دو کا فائدہ اسی میں ہے ۔ کہ غریب مزدور سے زیادہ سے زیادہ کام لے کر کم سے کم مزدوری دی جائے اور اسے دیدہ دانستہ جاہل رکھا جائے ۔ تاکہ اسے اپنے حقوق کا احساس نہ ہو

بے کس مزدور و کسان اپنی اس قلیل آمدنی کا بھی پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اس کو درمیانی طبقہ یعنی دلال کے لئے بھی تر نوالہ مہیا کرنا ہے ذرا ان مختصر حالات کا تصور اپنے دل میں باندھیے۔ تو آپ محسوس کریں گے۔ کہ ہمارا اقتصادی نظام کتنا بوسیدہ اور واہیات ہے۔ جہاں مکار بیوپاری عیش کرتا ہے۔ وہاں دولت پیدا کرنے والا مارا مارا پھرتا ہے اس پر غیر ملکی نوکر شاہی کا کھوکھلا غریبوں کی صفوں میں بھگدڑ پیدا کرتا ہے۔ اور انہیں یہ محسوس کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ سوائے درخواست رحم کے کوئی چارہ کار نہیں۔ ہمارا اقتصادی نظام تھوڑے لفظوں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ چوٹی پر غیر ملکی نوکر شاہی اس کے نیچے ہندوستانی سرمایہ دار و جاگیر دار اور پھر درمیانی طبقہ جب کہ سب سے نیچے بے کس مزدور کسان ہے۔ اس پر بالائی لٹیروں و مفت خوروں کا گروہ ظلم ڈھاتا ہے۔ اس کا خون چوس کر اس کے جسم و روح تک کو برباد کر دیتا ہے۔ حالات کا یہ خاکہ نا امیدی پیدا کرنے والا ہے۔ عوام چاروں طرف سے گھرے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ اور کوئی ذریعہ نجات نہیں جان پڑتا لیکن امید کی ایک کرن عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی اور جماعتی بیداری کی صورت میں نظر آتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ اس پر بحث کی جاوے اس وقت تک اختیار کئے گئے رستوں اور رہبروں کے متعلق تھوڑا سا ذکر کرنا ضروری معلوم دیتا ہے

اس امر میں کوئی شک نہیں۔ کہ عدم تعاون کے دنوں میں عوام میں کافی بیداری ہو گئی تھی۔ لیکن اس وقت کے خیالات کی رو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسی پر تمام کارگذاری کا دارومدار ہے۔ عوام میں بلا شبہ

کافی بے چینی پھیل چکی تھی۔ لیکن اس بے چینی نے مبہم سی حب الوطنی اختیار کی اقتصادی مسئلہ کو صفِ اول میں نہیں لایا گیا تھا۔ اور عوام نے تجربہ کی بنا پر اس بات کو محسوس نہیں کیا تھا۔ کہ ہر ایک جدوجہد کی اصلی بنیاد اقتصادی ہی ہوا کرتی ہے۔ اس وقت کے سب سے بہترین نمائندہ گاندھی جی تھے۔ گاندھی جی ایک ایسی ہستی ہیں۔ جن کے دل میں غریب عوام کے لئے تڑپ ہے۔ لیکن وہ رئیسانہ اور سرمایہ دارانہ کرۂ ہوائی میں سانس لیتے ہیں۔ متضاد خیالات کا یہ عجیب و غریب میل ہی اس وقت کی عوام کی بے شکل و صورت بیداری کی بہترین تصویر ہے۔ لیکن تحریک زور پکڑتی گئی اور اس کے ساتھ جماعتی بیداری بھی بڑھتی گئی۔ اگر ہم اس وقت کی تحریک اور اس کے نشانوں کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس تھوڑے سے وقت کے واقعات عام کئی سالوں کی تاریخ سے زیادہ سبق آموز ہیں۔ بہرحال جماعتی بنیادوں پر جتھہ بندی شروع ہوگئی۔ جو کہ موجودہ ملوکیت اور سرمایہ داری کے زمانہ کا ایک ضروری نتیجہ ہے۔ حالت یہاں تک پہنچی۔ تمام غریب مزدوروں اور کسانوں نے اپنے آپ کو غیر ملکی اور ہندوستانی سرمایہ داری کی لوٹ کھسوٹ کے برخلاف ایک ہی صف میں کھڑا پایا۔ حالات انقلابی روش اختیار کرنے لگے۔ باردولی کے وقت تحریک پورے زوروں پر تھی۔ حالات یہ تقاضا کرتے تھے۔ کہ انقلابانہ روش اختیار کی جائے۔ لیکن رہنما لغزش کھا گئے۔ گاندھی اور اس کے ہم جولی اپنی متذکرہ بالا ذہنیت سے نجات نہ پا سکے۔ انہوں نے عوام کی انقلابی سرگرمیوں پر یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ اور انہوں نے مہم باردولی کی تنسیخ کر کے جہاں ایک بدترین غلطی کی۔ وہاں عوام کے

ساتھ انتہائی درجہ کی غداری کے بھی مرتکب ہوئے۔ اس دغا بازی کے بعد کے حالات پر لکھنا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اگر نوجوانانِ وطن اس سے سبق سیکھیں اور لیڈروں کی مغلوبانہ حرکات میں حصہ لینے سے انکار کر دیں۔ تو یہ شکست بھی رائیگاں نہیں جائیگی۔ اگر مجھے اس وقت کی تاریخ کو چند الفاظ میں بیان کرنے کے لئے کہا جائے۔ تو میں کہونگا کہ تاریخ نے درمیانہ طبقہ کے رہنماؤں کو جن کا رجحان سرمایہ داروں کی طرف ہوتا ہے۔ ایک موقعہ ملک کو نجات دلانے کے لئے دیا۔ عوام نے پورے طور پر ان کی حمایت کی۔ لیکن رہنما ملک کو آزاد کرانے میں بُری طرح سے ناکامیاب رہے۔ انہوں نے وہ موقع کھو دیا ہے۔ اور تاریخ اپنے آپ کو اتنی جلدی نہیں دہرایا کرتی۔ کہ جس سے ایک اور موقع ان کے ہاتھ میں دیا جاوے۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ کونسا ذریعہ نجات ہو سکتا ہے۔ میں بغیر پس و پیش کے یہ کہونگا کہ اگر مزدوروں اور کسانوں کو جماعتی بنیادوں پر منظم کیا جائے۔ اور ان کے مشترکہ مفاد کے مطابق طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ انقلابی صورت اختیار کرے تو یہی ایک واحد طریقہ ملک کو نجات دینے کا ہے۔ اس وقت مزدوروں اور کسانوں کے ہاتھوں میں ہی غریب ہندوستان کو تمام غیر ملکی و دیگر لوٹ کھسوٹ سے چھٹکارہ دینے کا تاریخی مشن ہے۔ یہ کوئی خوش خیالی نہیں۔ بلکہ تاریخ کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ ٹریڈ یونین کانگرس کا انتہا پسندانہ رجحان۔ اور پنجاب کے رجعت پسند اضلاع کے کسانوں کا عام جلسوں میں یہ کہنا کہ لال جھنڈا ہی ہمارا محافظ ہے۔ یہ ایسے

آثار ہیں ۔ جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ یہ نشانات عوام کی بڑھتی ہوئی بیداری
کے مظہر ہیں ۔ اس لئے دوستو وہی کام اصل معنوں میں کام ہے جو تاریخ کی اعانت
کرتے ہوئے ۔ اس جاگرتی کو بڑھاتا ہے ۔ اور آخری منتہائے مقصود انقلاب
کو نزدیک لاتا ہے ۔ جب یہ آخری موقعہ آئے ۔ تو ہمیں بجائے پچھلی قطاروں
میں ہونے کے صف اوّل میں نظر آنا چاہئیے ۔ لیکن اگر ہم کبھی اس وقت
ڈگمگا گئے تو نقصان ناقابل تلافی ہوگا ۔ اور ہم دائمی ملامت کے مستحق ہونگے ۔
جو شخص کہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ نہیں چلتا ۔ وہ یہ محسوس نہیں کرتا ۔ کہ
موجودہ نظام ملوکیت ایک یا دو شخصوں کا کھیل نہیں بلکہ خون و فولاد سے
تعمیر شدہ ہے ۔ اور جو یہ نہیں سمجھتا کہ موجودہ لوٹ کھسوٹ سے نجات
پانے کے لئے اس نظام کے ساتھ ایک زبردست ٹکر کی ضرورت ہے ۔ بلکہ
اس کی بجائے سمجھوتوں کی طرف دوڑتا ہے ۔ اور دبوچ کھانے والی فطرتوں کو
میٹھی لوریوں سے سلانے کا تصور دل میں باندھتا ہے ۔ ایسا شخص چاہے ۔ وہ
موتی لال ہو ۔ یا اس سے بھی بڑا گاندھی ہو ۔ وہ تاریخ کی نظروں میں گر جائیگا
میرا ایسا کہنا نہ تو کسی بغض یا تنگ ریخی پر مبنی ہے ۔ اور نہ ہی یہ بددعا ہے ۔
بلکہ یہ تو تاریخ کا سیدھا سادہ فتوےٰ ہوگا ۔ اس موقعہ پر میں یہ بھی کہہ دوں
لیڈروں کے متعلق اور استعمال کئے گئے الفاظ بھی ان پر ذاتی حملے نہیں
ہیں ۔ بلکہ ان کی اس کارگذاری کے جو کہ انہوں نے نہایت ایمانداری سے کی ہو ۔
نتیجے ہیں ۔ ان کی تمام سرگرمیوں کی قیمت ہم اس طرح ہی لگا سکتے ہیں ۔

نوجوان رفیقو ۔ حالات کی پیچیدگیوں سے بے اتفاقی کا اظہار کرنا
فضول ہے ہمارے سامنے ایک کار عظیم ادھورا پڑا ہے ۔ لیکن کام کرنے کا
میدان بھی نہایت دلکش ہے ۔ پنجاب کے گاؤں میں کام کے متعلق ہیں

اپنے تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر ہم ایک دفعہ کام کرنا شروع کر دیں تو نئے میدان خود بخود کھلتے جاتے ہیں۔ اگر ہم نے یہاں کافی کام نہیں کیا تو اس کے معنے یہ نہیں ہو سکتے کہ عوام نے بے رخی کا اظہار کیا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہماری طرف سے کافی جوش و سرگرمی کا اظہار نہیں ہوا۔ عوام کے لئے یہ محض خیال نہیں۔ بلکہ وہ تجربہ کرکے سیکھ چکے ہیں۔ کہ اب صرف جنگجویانہ طریقہ کار ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کئی نوجوان شاید انفرادی دہشت زدگی میں یقین رکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ کہ موجودہ نظام حکومت کو اس قسم کی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے تہ و بالا کیا جا سکتا ہے۔ میں ایسے دوستوں کی یاد دہانی کرا دوں کہ کوئی بھی انقلاب جو کہ کسی انفرادی دہشت یا سازش پر مبنی ہو۔ اگر وہ لڑائی میں کامیاب ہو بھی جاوے۔ تو بھی اثر کے لحاظ سے ناکامیاب ہوگا۔ کامیابی کے لئے ان کی بنیادیں مزدوروں و کسانوں کی انقلابی جماعت پر ہونی چاہئیں۔ ہندوستان کے عام حالات انقلابی شکل اختیار کرتے جاتے ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ مزدوروں و کسانوں کی انقلابی جماعت کو ٹھوس بنیادوں پر جتھہ بند کیا جاوے۔ اس کے بعد لازمی طور پر اصلی معنوں میں ایک کامیاب انقلاب ہوگا۔ میں ایسے دوستوں کو جو کہ جرأت و بہادری رکھتے ہیں۔ یقین دلاتا ہوں کہ انہیں اپنی الوالعزمی دکھانے کا کافی موقعہ ملیگا۔ جلد ہی سے پھانسی کے تختے پر لٹکنے کی بجائے۔ انہیں دیگر رفیقوں کے ساتھ گولیوں کی بوچھاڑ کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ نتائج کا خیال کئے بغیر صرف انقلابی اصولوں پر ہی اپنی سرگرمیوں کو مبنی کرنا طفلانہ حرکت ہے۔ اگر ایسے دوست اس وقت تعمیری کام کی طرف توجہ دیں تو وہ ملک کی بہتر خدمت کریں گے۔

ایک بات کے متعلق نوجوانوں کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ اور وہ یہ کہ انہیں لیڈروں کے غیر مستقل رویہ پر پریشان خاطر نہ ہونا چاہئے۔ عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی زیادہ سے زیادہ جماعتی شکل اختیار کر رہی ہے۔ نتیجہ کے طور پر غیر ملکی ملوکیت ہندوستانی سرمایہ داری اور اس کے نمائندوں کی جماعت میں اپنے مددگار ڈھونڈتی ہے۔ اور انہیں اپنے میں ملاتی ہے۔ اگر سچ پوچھئے تو آج کل ہندوستان کی سی حکومت کے متعلق تمام بات چیت اسی کی مظہر ہے۔ اس کے معنے یہی ہیں۔ کہ غیر ملکی نوکر شاہی ہندوستانی سرمایہ داری کے لئے عوام کی لوٹ کھسوٹ میں زیادہ حصہ نکالے۔ چند مدوں کی حکومت گورے ہاتھوں سے نکل کر بھورے ہاتھوں میں چلی جاوے۔ تو اس سے اس لوٹ کھسوٹ کی تعداد یا اصلیت میں فرق نہیں پڑتا۔ آپ فرمائیں گے کہ گاندھی جی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اس لوٹ کھسوٹ کی طرفداری کرتے ہیں۔ کفر بکنا ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ گاندھی جی اور ان کے دوستوں کے تمام سمجھوتوں کا نتیجہ ساری دنیا میں یہی ہوگا۔ اگر ہمیں اس بات کا ابھی تک احساس نہیں ہوا۔ تو ہمیں بہت جلد پتہ چل جاوے گا۔ کہ وہ کس طرح ان سیاسی کارکنوں کی گرفتاریوں پر چشم پوشی کرتے ہیں۔ جن کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ موجودہ نظام کو تبدیل کرنے کے لئے دوسروں کی نسبت زیادہ بے صبر ہیں۔ اور اس بے صبری میں شاید ایسے کام کر گذرتے ہیں۔ جو کہ موجودہ حالات سے مطابقت نہیں کھاتے۔ لیکن ان کی ان سرگرمیوں کو اس وجہ سے غیر ایماندارانہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ ان لیڈران کا دہلی والے بیان میں تشدد کی حمایت کرنے والے سیاسی کارکنوں کو عام سیاسی معافی میں شامل نہ کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ ہم نوجوانوں کو ایسی باتیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں۔ تاکہ ہم آئندہ بھی

لیڈروں کے دھوکا دینے والے رویہ سے مایوس نہ ہوں - ہم نئی روشنی کا سندیش دینے والے ہیں - لیڈران ہمیں یہ یقین دلانے کی کوشش کریں گے - کہ لیبر گورنمنٹ ہندوستانی کی تمناؤں سے ہمدردی رکھتی ہے - اور والسرائے کا اعلان اس کا پیش خیمہ ہے - لیکن ہم جانتے ہیں - کہ تمام برطانوی پارٹیوں کی چاہے وہ مزدور ہو یا کنسرویٹو یا لیبرل یہ دلی خواہش ہے - کہ ہندوستان کو ہمیشہ کے لئے غلام رکھا جاوے فرق صرف اتنا ہے - کہ مزدور گورنمنٹ اس بالائی طبقہ کو غریب عوام سے علیحدہ کرنا زیادہ اچھی طرح جانتی ہے - جن کے مفاد کچھ حد تک برطانوی ملوکیت کے ساتھ وابستہ ہیں - اور اس طرح اپنی طاقت بڑھا کر ہندوستان پر قبضہ زیادہ مضبوط کرتی ہے - اس لئے مزدور گورنمنٹ کی پالیسی کے برخلاف ہمیں زیادہ محتاط رہنا چاہئے - کیونکہ یہ زیادہ مضر ہے - مزدور گورنمنٹ کی تمام غیر ملکی حکمت عملی ہندوستان و دیگر تجارتی منڈیوں پر زیادہ مضبوطی سے قبضہ رکھنے پر مبنی ہے - مزدور وزیر اعظم کے امریکہ جانے کا راز بھی اسی میں ہے - جس کا مطلب یہ تھا - کہ اس ملک کے ساتھ تجارتی رقابت کی وجہ سے بڑھتی ہوئی کشیدگی زبردست تصادم میں تبدیل نہ ہو جاوے - مزدور گورنمنٹ یہ اچھی طرح جانتی ہے - کہ وہ کسی تجارتی رقیب کے ساتھ جنگ چھیڑ کر اپنا قبضہ ہندوستان پر برقرار نہیں رکھ سکتی - اس کی تمام تر توجہ اسی ملک پر مرکوز ہے اس نے اسی لئے لوٹ کھسوٹ کے لئے جو تجارتی منڈیاں اس کے پاس پہلے ہی ہیں انہیں پر فی الحال قناعت کرتے ہوئے باقی ماندہ منڈیوں کے لئے جھگڑے کو کافی دیر کے لئے ملتوی کر دیا ہے - اس طرح ہم محسوس کرتے ہیں - کہ وہ ہندوستان کو اپنے پنجہ میں رکھنے کے لئے کس قدر بے قرار ہے - لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں

کہ عوام کے اکٹھے کھڑے ہونے پر غیر ملکی جابر مقابلہ کی تاب نہیں لاسکیگا۔

نوجوان دوستو ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم سرمایہ داری کو اپنے میں جگہ نہ دے کر نام نہاد عزت خیال کئے جانے والے عناصر سے تحریک کو محروم کر رہے ہیں۔ لیکن تحریک میں حقیقت و روح ڈالنے کے لئے یہ ضروری ہے میں نے چند ایک لفظوں میں نوجوان بھارت سبھا کی شکل میں منظم شدہ نوجوانان پنجاب کی امیدوں و آرزوؤں کا تذکرہ کیا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ میں یہ خیالات آپ کے تئیں اچھی طرح نہیں پہنچا سکا اور اس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ میں دوبارہ آپ کو خوش آمدید کہتا ہُوا اس بات پر زور دونگا۔ کہ وقت کی نزاکت اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ تمام ہندوستانی نوجوان مل کر ایک ایسا پروگرام مرتب کریں۔ جس سے کہ ملک کو آزادی مل سکے۔ جوں جوں ہماری یہ تحریک ترقی کرتی چلی جاوے گی۔ توں توں ہمیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے ہمارے قوت ارادہ میں ایسی مضبوطی آنی چاہئے۔ جس سے کہ ہم تمام مصیبتوں کو جھیل سکیں۔ اور موت کے سامنے بھی ماتھے پر شکن نہ آنے دیں۔ ہمارے چلن میں یہ ایک نہایت اہم چیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم یہاں اکٹھے ہو کر ایسے پروگرام کو مرتب کریں گے کہ جس پر آئندہ سال عمل کر کے ہم اس غیر ملکی جکڑ بندی و لوٹ کھسوٹ کو ہمیشہ کے لئے ناممکن بنا دیں گے۔

تمام شد

انقلاب سٹیم پریس لاہور بیرون موچی گیٹ میں بابو گنپت رائے نے استقبالیہ کمیٹی کیلئے چھپوا کر شائع کیا۔